فتنہ دجال

(دجالی کیفیات بیکنی کلچر کے تناظر میں)

علامہ یوسف جبریل

اوکاسا پبلیکیشنز

OQASA PUBLICATIONS

ادارہ افکار جبریل نواب آباد واہ چھاؤنی ضلع راولپنڈی

WEBSITE: HTTP:/OQASA.4T.COM

E MAIL: WEBMASTER@OQASA.4T.COM

ملنے کا پتہ

حاجی محمد اقبال (انوار چوک) واہ کینٹ ضلع راولپنڈی

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب : فتنہ دجال (بیکنی کلچر کے تناظر میں)

تحریر علامہ یوسف جبریل

تحریر سال 1982

تاریخ اشاعت 2005

پبلشر: اوکاساپبلی کیشنز(ادارہ افکار جبریل مین بازار نواب آباد واہ چھاؤنی ضلع راولپنڈی

پرنٹر : اسد پرنٹنگ پریس راولپنڈی

تعداداشاعت : ایک ہزار

انتساب : ملک فضل محموداعوان (مرحوم) ایڈوکیٹ ضلع خوشاب کے نام

ملنے کا پتہ : ادارہ افکار جبریل مین بازار نواب آباد واہ چھانی ضلع راولپنڈی

ملنے کا پتہ: حاجی محمد اقبال (انوار چوک) واہ کینٹ ضلع راولپنڈی

فہرست مضامین

☆

فتنہء دجال

(بیکنی کلچر کے تناظر میں)

پہلاباب بیکنی فلسفہ

دوسراباب بیکنی ترقی

تیسراباب بیکنی فلسفہ کا کام

چوتھاباب دجال

پانچواں باب بیکنی تباہی سے نجات کا طریقہ

چھٹاباب برٹرینڈرسل کی ناکامی

ساتواں باب	حضرت محمد اقبالؒ اور حضرت امام مہدیؑ
آٹھواں باب	ابراہیمی مشن
نواں باب	برٹرینڈ رسل سے خط و کتابت
دسواں باب	میری مشکلات
گیارہواں باب	مسلمانوں سے التماس اور ان کی ذمہ داریاں
بارہواں باب	حطمہ کی سائنسی تشریح ۔قران حکیم ۔ایک خفیہ حقیقت کا انکشاف ۔ایٹمی دور کا ایک لازوال معجزہ

پہلا باب — بیکنی فلسفہ

بیکن (1561-1626) کا نام فراموش ۔اس کا فلسفی لٹریچر پنہاں ۔مگر فلسفہ عملاً روئے زمین پر مُسلط ہے ۔جدید ازم کے عالم گیر فلسفے کا بانی بیکن تھا ۔میری نگاہ میں بیکن شیطانِ ثانی ہے ۔اس نے ابنائے آدم کو ورغلایا ۔شیطانِ اول وہ تھا جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو ورغلایا ۔دونوں کا طریق بالکل یکساں ہے ۔دیکھو ۔بیکن کا فلسفہ ۔اور دیکھو کہ یہ فلسفہ الہامی دین کی قطعی ضد ہے ۔اس مختصر مضمون میں مختصر رہوں گا ۔ہر بات انوکھی ہے ۔مگر ہر بات کا سائنسی اور منطقی ثبوت میرے پاس ہے ۔شیطان کا فریب تھا آدم کے لئے فرشتہ کا مقام ۔ایک لازوال حکومت اور اسرار باطنیہ کا انکشاف ۔یہی آدم کو لے ڈوبا ۔بیکن کا فریب ہے قدرت پر انسانی تسلط ۔بطور پیدائشی استحقاق، مُسلسل، مُنظم، سائنسی تحقیق کے ذریعے ۔انسانیت کی مادی بہبود کے لئے ۔یہی ہے ۔انسانی زندگی کا مقصد ۔یہی ہے اللہ تعالیٰ کا آدم کو حکم ۔اخلاقی فلسفے کا اکتساب ۔آدم کی پہلی نافرمانی شجرِ ممنوعہ یعنی نیکی اور بدی کی معرفت کے درخت کا پھل کھانا) کا اعادہ ہے ۔اس لئے ممنوع ہے ۔اگر آپ نے بات سمجھ لی ہے ۔تو آپ کہیں گے ۔ایسا نہیں ہو سکتا ۔بیکن یا کوئی ایسا فلسفہ نہیں دے سکتا ۔یہ فلسفہ مذاق ہے ۔اور الہامی دین کے عقائد کی کلی ضد ہے ۔میں کہتا ہوں ۔پڑھ لو ۔بیکن کی دونوں کتابیں ابھی موجود ہیں ۔اور سمجھنے والوں کے لئے شیطانِ اول اور شیطانِ ثانی کے فریب میں پائی جانے والی مماثلت میں دلچسپ نشانیاں موجود ہیں ۔آپ کہیں گے بھاڑ میں جائے بیکن کا فلسفہ ۔ہمیں کیا غرض ۔ہم تو اپنے دین کے فلسفے کے پیروکار ہیں ۔میں کہتا ہوں ٹھیک ہے ۔مگر آپ اپنے دین کے فلسفے کی پیروی کے باوجود سولہ آنے بیکنی فلسفے کے پیروکار ہیں ۔وہ کس طرح ۔وہ اس طرح کہ ۔

دوسرا باب — بیکنی ترقی

بیکن نے اپنا فلسفہ نیچرل فلاسفی پر مبنی کیا ۔قدرت پر انسانی تسلط برائے مادی بہبود کی غرض سے اور اخلاقیات کے فلسفے کو بہ یک جنبش قلم

ممنوع اور انسانی ذہن کی غلط اختراع قرار دیا۔ اور دعوی کیا۔ کہ آدم کو اللہ تعالی نے نیچرل فلاسفی کا حکم دیا۔ اور اخلاقی فلسفے سے منع کیا۔ اس کے برعکس الہامی دین نے اپنا فلسفہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (اخلاقیات) پر مبنی کیا۔ نیچرل فلاسفی کو اخلاقیات کے ماتحت کیا۔ اور اخلاقیات اور اسی کو مقصودِ زندگی ٹھہرایا۔ مادی استحصال کو محض ضرورت کے زمرے میں لا کر ثانوی حیثیت کا حامل قرار دیا۔ ببیں تفاوتِ راہ است کُجا تا بہ کجا۔ آپ نے بیکنی فلسفے پر تو خدا کی پھٹکار ڈال دی۔ اچھا کیا مگر آپ اور آپ کے علاوہ یہ ساری دنیا اس جدید ترقی میں سرگرمِ عمل ہے۔ اور یہ جدید ترقی بیکنی ترقی ہے۔ بیکنی فلسفے کے اصولوں پر اٹھی ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونا گویا کہ بیکنی فلسفے پر عمل پیرا ہونا ہے۔ خواہ آپ بیکنی فلسفے کو مانیں یا نہ مانیں۔ جانیں یا نہ جانیں۔ زہر کھانے والے کی زہر سے لاعلمی زہر کو اثر کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ جان لیا جائے کہ اس بیکنی ترقی کا مقصد ہے قدرت پر انسانی تسلط۔ سائنسی تحقیق کے ذریعے۔ انسانیت کی مادی بہبود کی خاطر۔ اور یہی مقصد ہے بیکنی فلسفے کا۔ آپ کہیں گے۔ کہ جی پھر کیا ہوا۔ ہم یہ ترقی بھی کرتے رہیں گے۔ اور ساتھ ہی اپنے دین کے فلسفۂ اخلاقیات پر بھی عمل پیرا رہیں گے۔ اور گاڑی اسی دینی اور دنیوی مادی اور روحانی طبیعی اور اخلاقی توازن کے ساتھ چلتی رہے گی۔ یہی مغالطہ اس جدید ازم کے دور کے مبتدیوں کو بھی ہوا تھا۔ مگر دیکھئے۔ یہ ترقی چند خاص خاصیتوں کی حامل ہے۔ یہ **مسلسل** ہے۔ یہ منظم ہے۔ یہ روز افزوں ہے۔ اور لا امتناہی ہے۔ یعنی ایک مخصوص عمل ہے۔ محض ترقی نہیں۔ اب چونکہ یہ روز افزوں ہے۔ یہ بتدریج اور **مسلسل** بڑھے گی۔ کارخانے شطرنج کے چاولوں کی طرح ایک سے دو، دو سے چار بنتے جائیں گے۔ لامحالہ یہ ترقی انسانی ذہن پر بتدریج قبضہ کرتی جائے گی۔ اور اسی طرح وقت پر بھی۔ اور عمل پر بھی۔ اور ساتھ ساتھ انسانی ذہن سے آخرت کے خیال اور دین کو بدوی اونٹ کی طرح خارج کرتی جائے گی۔ اور چونکہ لا امتناہی ہے۔ لہذا بالآخر آخرت اور دین کے خیال کو انسانی ذہن سے کلی طور پر خارج کر دے گی۔ آپ اس عمل کا ثبوت مانگیں تو ہمیں آپ کی نگاہ اور مشاہدے پر شبہ ہونے لگے گا۔ کیونکہ اس تدریجی تبدیلی کو مشاہدہ کے لئے کسی ارسطو یا سقراط کی نگاہ کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ ترقی کے تدریجی عروج کے مقابلے میں دین تدریجی زوال میں مبتلا ہے۔ اور آپ نے دیکھ لیا کہ کس طرح سائنس اور عیسائیت مقابلے میں سائنس بتدریج چھا گئی۔ اور عیسائیت بتدریج محو ہو گئی۔ آپ کہیں گے کہ جی پھر کیا۔ ہم ایک درمیانی مقام پر جہاں ترقی اور دین کو متوازن پائیں گے۔ ترقی کو بریک لگا کر ہمیشہ کے لئے ترقی اور دین کو متوازن کر دیں گے۔ آپ کی یہ بات بالکل بچگانہ ہے۔ اس بیکنی ترقی کو کہیں بھی بریک نہیں لگ سکتی۔ یہ ایک **مسلسل** تدریجی عمل ہے۔ جو صرف اس وقت ختم ہو گا جب خود بخود اپنی تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ آپ ثبوت مانگیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اب جو یہ دنیا ایٹمی توانائی کی ہلاکت خیزیوں کے علم کے باوجود ایٹمی توانائی کو اپنانے پر مجبور ہو رہی ہے۔ کیوں اس ترقی کو یہیں پر بریک نہیں لگا دیتی۔ اس سے زیادہ موزوں وقت اس اقدام کے لئے کون سا ہو گا؟ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اب ایٹمی توانائی نہ اپناؤ تو متبادل بے ضرر توانائی کے وسائل کی عدم موجودگی میں روئے زمین کے صنعتی ادارے منجمد ہو کر قحط کا باعث ہوتے ہیں۔ اور اگر ایٹمی توانائی کو اپناؤ تو بالآخر ایٹمی تباہ کاری کے لئے اس تہذیب اور اس زندگی کا بپڑا ہونا لازمی ہے۔ اور تم اس خیال میں پھرتے ہو کہ ہم اس ترقی اور دین کو متوازن کر لیں گے۔ اور دنیا والوں کو یہ معرکہ سر کر کے ایک مثال کے طور پر دکھائیں گے تو جان لیا جائے کہ صرف وہی دین ہی اس بیکنی ترقی کی اجازت دے سکتا ہے۔ جو خود اپنے ملک بدر ہونے کے وارنٹ پر دستخط کر سکے

۔اور یہ ترقی تخلیقِ کائنات کے بنیادی ڈیزائن سے بھی ہم آہنگ نہیں ۔دیکھو کتنے قلیل سے عرصے میں یہ توانائی کے تمام وسائل ڈکار گئی۔ اور دن بدن اس کی اشتہاء میں اضافہ ہوتا جارہا ہے ۔یہ وسائل عام حالات میں انسانیت کی کفالت لاکھوں سالوں تک کر سکتے تھے۔یہی حال اس سائنس کا سمجھو۔جو اس بیکنی ترقی کی لونڈی ہے ۔اور محض مادی استحصال کا ایک آلہ ہے ۔اس کے ساتھ کوئی جمالیاتی تصور وابستہ کرنا جمالیات کے ساتھ زیادتی ہے ۔اور دین کو بھی یہ نا منظور ہے ۔اور اب یا یہ ترقی اور اس کی سائنس ہوگی یا دین ۔دونوں نہیں رہ سکتے ۔یہ ترقی دین کے لئے قاتل ہے ۔انسانیت اس بیکنی ترقی کے معاملے میں بڑی بڑی غلط فہمیوں کا شکار ہے ۔یہ ترقی جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں دائمی ابدی اور فطرتی نہیں ۔یا تو انائی کے بحران میں دم توڑ دے گی یا ایٹمی تابکاری کا شکار ہو جائے گی ۔اور یہ روئے زمین پر پھیلے ہوئے سائنس کے مضبوط آثا ر ایٹمی جنگ کی صورت میں چشم زدن میں ناپید ہو سکتے ہیں ۔یا تابکاری سے فنا ہونے والی انسانیت کی یادگار کے طور پر رہ سکتے ہیں ۔اب یہ پائلٹ کی ہشیاری پر منحصر ہے کہ جہاز کے آگ پکڑنے سے پہلے چھلانگ لگا دے یا شعلوں میں بھسم ہو جائے ۔نیز ہر دین کے پیرو اس ترقی کو اپنے اپنے دین کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہیں۔ حالانکہ قرانی غور آیات کی آیات ہوں یا تسخیر کائنات کی۔ ہرگز اس ترقی کا جواز نہیں پیدا کرتیں ۔اگر ان آیات کے اس مقصد پر جو قران حکیم نے واضح کیا ہے غور کرو گے تو بات سمجھ میں آجائے گی ۔اس ترقی کی غور آیات کا مقصود آیات کا مادی استحصال ہے ۔مگر قران حکیم کا یہ مقصد ہرگز نہیں ۔بلکہ مقصودِ آفرینش اور لزوم قیامت کا ثبوت ۔اور اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی یاددہانی ہے ۔مادی استحصال کا کہیں ہلکا سا اشارہ تک نہیں ۔کوئی نہ سمجھے گا۔جب تک بیکنی فلسفے کو قران حکیم کے مقابلے میں نہ دیکھے۔اور تسخیر کائنات میں ہر جگہ اللہ تعالیٰ یہ کہتا نظر آتا ہے ۔میں نے تمھارے لئے یہ سب کچھ مسخر کر دیا ہے۔تم نہ کر سکتے تھے ۔لہٰذا میری مہربانی کا شکریہ ادا کرو۔قدرت پر انسانی تسلط یا ایسے تسلط کے پیدائشی حق کا کہیں تذکرہ نہیں۔ جبکہ بیکنی فلسفے کے مطابق قدرت پر انسانی تسلط کے حق کے دعوے کو اجاگر کیا گیا ہے ۔یہ باتیں بالکل واضح ہیں ۔مگر امکان یہ ہے کہ تمھاری سمجھ میں اس وقت نہ آئیں گی ۔البتہ جب بڑی اور مکمل دلیل پیش ہوگی تو عقل درست ہو جائے گی ۔میرا اشارہ ایٹمی بم اور تابکاری شعاعوں کی جانب ہے ۔قدرت پر تسلط کے زعم میں خدائی کا دعویٰ پوشیدہ ہے ۔خدا پر بھروسہ ختم ہو چکا ہے اور بھروسا سائنس پر ہے ۔انسانیت ٹڈی دل میں تبدیل ہو چکی ہے ۔جو ایٹمی پیرے کے منطقے کی جانب فنا ہو جانے کے لئے بڑھ رہی ہے ۔اطمینانِ قلب، دینی جذبات، اخلاقی اقدار، آخرت کا خیال روبہ زوال ہیں ۔حرص وہوس، خود غرضی، ذہنی انتشار، سیاسی خلفشار، بے اطمینانی، اضطراب کی کیفیت آگ کی طرح مشتعل ہو رہی ہے ۔ہوسکتا ہے کہ بھوک کی شدت اور وسائل کی کمی اس انسانیت کو ٹڈی دل سے آدم خور بنا دے ۔ نیز اگرچہ قران حکیم نے مسلمانوں کو جنگی سامان کی تیاری کا واضح حکم دیا ہے ۔لیکن دیکھنا ہوگا کہ آیا ایٹم بم ہتھیار ہے ۔سائنس دان نے اسے مکمل تباہی کا سامان کہا ہے ۔جبکہ قران حکیم نے اسے ایٹمی جہنم کہا۔

تیسرا باب بیکنی فلسفہ ناکام

اور یہ بیکنی فلسفہ ناکام ہو چکا ۔اور قدرت پر تسلط کا جہاں تک سوال ہے ۔انسان بھاپ اور بجلی پر تسلط حاصل کر لینے کے بعد اب ایٹمی توانائی کے چنگل میں پھنس چکا ہے ۔یہ ایٹمی آتشین نفس دیو انسان کو بھسم کر کے رکھ دے گا ۔ایٹم بم سے بچنے کی تدبیر تو ممکن ہے ۔مگر ایٹمی

تابکاری کے اثرات سے بچاؤ کی بھی کوئی تدبیر ممکن نہیں۔ جان لے کہ انسان کے لئے اب ایٹمی بموں کی بارش میں فوری مگر استحقاق کی بنا پر بربادی ہے۔ یا ایٹمی توانائی برائے امن کی تابکار شعاعوں کی زد میں رفتہ رفتہ تدریجی مگر استحقاق کی بنا پر دردناک تباہی ہے۔ اور جان لے کہ عوام الناس کی وہ توقعات جو ایٹمی سائنس سے وابستہ ہیں۔ اور سائنس دانوں کی وہ امیدیں جو ایٹمی سائنس کے مستقبل سے منسلک ہیں۔ وہ ایک ایسا خواب ہیں جس کی تعبیر ایٹمی جہنم کے غضبناک شعلوں کے سوا کچھ نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ بعض نسلیں بظاہر اس ایٹمی خطرے سے بچ نکلیں۔ مگر آخر کار کسی نہ کسی نسل سے ساری نسلوں کا جمع شدہ قرضہ بمع سود وصول کیا جائے گا۔ اس دور میں علم بہت ہے۔ مگر ایٹمی سائنس کا علم نہیں۔ اکثر لوگ اس سے بے خبر ہیں۔ اور جو باخبر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ مبلغ علم کچھ بھی نہیں۔ اور ایٹمی سائنس پر ہی انسان کی فنا بقا کا دارومدار ہے۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ ایک پی ایچ ڈی (Ph.D) ایٹمی سائنس دان سمندر میں ہو۔ اور کشتی الٹ جائے مگر وہ تیرنا نہ جانتا ہو۔ اور ڈوب جائے۔ سائنس دان کو کبھی بھی تابکاری پر پہلے قابو پائے بغیر ایٹمی توانائی برائے امن کی سفارش نہیں کرنی چاہیئے۔ وہ سائنس کے قانون کے بموجب ایک قابلِ مواخذہ اور نہایت سنگین جرم اور ظلم کا مرتکب ہو رہا ہے۔

چوتھا باب دجال

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیح الدجال کے بارے میں جو معرکہ آرا پیشین گوئی فرمائی ہے۔ اس میں جتنی بھی خاصیتیں مسیح الدجال کی گنوائی ہیں۔ وہ اول سے لے کر آخر تک ایک سرِ مو فرق کے بغیر اس بیکنی ترقی والے بیکنی کلچر میں نظر آتی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ وہی مسیح الدجال ہے۔ جس کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی۔ البتہ اس میں جو دین دشمن اور تباہ کن اوصاف پائے جاتے ہیں۔ ان کی وجہ سے لازم آتا ہے۔ کہ اسے فنا فی النار کر دیا جائے۔ پیشتر اس کے کہ یہ اس انسانیت کے دین، ایمان اور ہر شے کو غارت کر کے فنا فی النار کر دے۔ انسانیت کے لئے اب ایک ہی امکان باقی ہے یعنی یا تو دفعۃً ایٹمی بموں کی بوچھاڑ میں بنا بر استحقاق فنا ہو جائے۔ یا پھر رفتہ رفتہ ایک عذاب کے انداز میں ایٹمی توانائی برائے امن کی تابکار شعاعوں سے بنا بر استحقاق معدوم ہو جائے۔ کیا کوئی سوچنے والا ہے۔ ایک عالمگیر غلط فہمی جو اس دور کے بندوں کو اس ترقی سے ہے۔ کہ یہ جاری رہے گی نہیں۔ بلکہ اب یہ بھنور میں پھنس چکی ہے۔ اور اس کا شمار اب رجعت پسندی کے زمرے میں ہے۔

ایٹمی جہنم کے شعلوں میں اس بیکنی ترقی کا لازمی منطقی انجام یقینی طور پر معلوم کر لینے کے بعد دیکھئے۔ اس بیکنی کلچر میں دینی، قلبی، اور ذہنی غارت کا ایک اور پہلو، یعنی اس کی دجالی خصوصیات، یعنی وہ تمام خاصیتیں جو پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان صدق بیان سے مسیح الدجال کی پیشین گوئی میں اس سے منسلک کی ہیں۔ وہ من وعن، بے کم وکاست، ظاہر و باہر اور واضح انداز میں اس بیکنی کلچر میں نظر آتی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ وہی مسیح الدجال ہے۔ جس کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔ البتہ اور اگرچہ یہ مسیح الدجال یا دجال نہ بھی ہو تو بھی اس میں پائے جانے والی یہ خصوصیات دینی اور دنیوی روشنی میں اس کے فوری اور کامل انہدام کی متقاضی ہیں۔ بیشتر اس کے یہ اس انسانیت کو تباہ کر دے۔ ذیل میں ہم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان فرمائی ہوئی خصوصیات کے مقابلے میں اس بیکنی کلچر کی خصوصیات کو واضح کیا ہے۔ غور سے پڑھیں۔ اور ایک نبی کریم (حضرت محمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم) کی ذہنی وسعتوں باریک بینیوں اور دور بینیوں کا اندازہ کریں۔

(ا) ''دجال کانا ہے اس کی دائیں آنکھ میں انگور برابر پھولا ہے''۔ یہ بیکنی کلچر مکمل طور پر یعنی بیکنی فلسفہ، بیکنی ترقی اور بیکنی سائنس تینوں ہی کانے ہیں۔ اور تینوں کی دائیں آنکھ پر انگور برابر پھولا ہے۔ آج یہ باتیں واضح ہیں۔ اس سے پہلے شائد نہ سمجھی جاسکتیں۔ بیکنی فلسفے کو روحانیت اور آخرت سے کچھ واسطہ نہیں۔ اخلاقیات کا منکر اور مخالف ہے۔ کلیتہً مادیت پر مبنی ہے۔ نیز بیکنی ترقی کلیتہً مادیت پر مبنی ہے۔ اور یہ بیکنی سائنس حواس خمسہ میں محدود ہے۔ روحانیت، ماورالطبیعات، مابعد الموت، قیامت اور اگلی دنیا میں یہ یکسر اندھی ہے۔ دائیں آنکھ میں انگور برابر پھولا ایک تشبیہ ہے۔ جو وضاحت طلب ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ دائیں آنکھ بنیادی طور پر ہی بصارت سے عاری ہے۔ یہی حال اس بیکنی کلچر کا ہے۔ اندر سے تو روحانیت کی حس رکھتا ہے۔ مگر اس کی دائیں آنکھ دیکھنے سے قاصر ہے۔ اور یہی صفت اس کے فریب کی ملمع سازی کا وہ پہلو ہے۔ جو ہر کہہ ومہہ کو دین و دنیا کے معاملے میں دھوکے میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور اسی دھوکے کی بنا پر ہی کوئی مسلمان یہ کہتا نظر آتا ہے۔ کیوں جی۔ اسلام کیا ترقی کا مخالف ہے؟ اسلام تو ترقی پسند مذہب ہے۔ حالانکہ اس وقت مسلمان کے ذہن میں رہبانیت کے سوال پر اسلام اور دیگر مذاہب کا تقابلی نظریہ ہوتا ہے۔ دجالیت کا چور اس کی نگاہ سے غائب ہوتا ہے۔

(ب) ''دجال یہود میں سے ہوگا''۔ اس بیکنی کلچر کی ساری فکری، سماجی، اقتصادی، اخلاقی، سیاسی اساس ہی یہودی کلچر پر مبنی ہے۔ وہی دنیا طلبی، وہی ہوس پرستی، وہی زراندوزی، وہی سودخواری، وہی انتقامی انداز، وہی بھیڑ کے لباس میں بھیڑیا، اور پھر یہودی ہی اس دور کا خالق، مالک، آقا، اسوہ، رہبر اور روحِ رواں ہے۔

(ج) ''دجال اپنے گدھے پر سوار ہوکر دنیا کے دورے پر نکلے گا''۔ جس شخص کو اس روداد کا علم ہے۔ کہ کس طرح بیکنی کلچر برطانیہ میں اپنا ریلوے انجن بنانے کے بعد اپنی گاڑی پر سوار ہوکر اس دنیا کے دورے پر نکلا۔ اور کس طرح اس نے اپنا یہ دورہ مکمل کیا۔ اسے اس بیان کو سمجھنے میں کہ دجال اپنے گدھے پر سوار ہوکر دنیا کے دورے پر نکلے گا۔ ذرہ بھر بھی اشکال باقی نہیں رہے گا۔ باقی رہا گدھے کا سوال تو ہر شخص یہ جانتا ہے۔ کہ اوائل تاریخ سے ہی گدھا سواری اور نقل وحمل کی علامت مانا گیا ہے۔ لیکن ایک پہاڑ جتنی حقیقت یہ ہے۔ کہ ساری تاریخ انسانی کے گذشتہ ادوار کے برعکس اس بیکنی کلچر نے اپنی سواری اور نقل وحمل کے لئے خود اپنا ذریعہ میکانیکی طریقے سے ایجاد کیا۔ اس طرح کہ گدھے سے بے نیاز ہوگیا۔ اب صورتِ حال ملاحظہ ہو۔ کہ ایک طرف سے قدیم کلچر کی علامت متو کمہار کا گدھا ڈھینچو ڈھینچو کرتا آرہا ہے۔ دوسری طرف سے جدید بیکنی کلچر کی علامت فورڈ کمپنی کا بنا ہوا چھکڑا ڈھینچو ڈھینچو کرتا آرہا ہے۔ دونوں پر مال لدا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک بائیولوجی کے اصول پر بنایا گیا ہے۔ دوسرا میکانکس کے اصول پر۔ اسی طرز پر ایک گھڑسوار اور کار سوار کا موازنہ کر لیجئے۔ کم ازکم اب 1982ء میں ان معاملوں میں اتنی وضاحت کی ضرورت نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ مگر کرنا خدا کا ایسا ہوا۔ اور فریب اس بیکنی کلچر کا کمال ہے۔ کوئی سمجھ نہیں پاتا۔

(د) ''دجال کے ساتھ روٹیوں کے ٹوکرے ہوں گے۔ اور وہ ان لوگوں میں روٹیاں تقسیم کرے گا۔ جو اسے خدا مان لیں گے''۔ کچھ زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں۔ یہ بیکنی کلچر بنیادی طور پر روٹیوں ہی کا کلچر ہے۔ اور جو لوگ اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے روٹیاں ہی

روٹیاں ہیں۔

(ر) ''دجال کے ساتھ نہریں چلیں گی''۔ دنیا کے نقشے کو دیکھئے۔ جہاں یہ بیکنی کلچر جاتا ہے۔ وہاں نہروں کے جال بچھ جاتے ہیں۔ عراق والے بھی اب اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں

(س) ''دجال فصل کو حکم دے گا۔ کہ اُگ۔ اور وہ اُگ کھڑی ہوگی۔ وہ بادل سے کہے گا۔ برس۔ اور وہ برس پڑے گا''۔ کس حیرت ناک طریقے سے اور کتنی جلدی فصلیں اگائی جارہی ہیں۔ جہاں دیکھو۔ یہی فصل کا تذکرہ ہے۔ ''گندم ہورا گا بیلیا۔ گندم ہورا گا۔ کسانا دیس دیا'' اور ''جوانا دیس دیا'' کے نغمے صبح وشام فضا میں گونج رہے ہیں۔ اور ملکہ ترنم نور جہاں اور استاد سلامت علی خان اور استاد سعادت علی خان جیسے عظیم موسیقاروں کی صدا میں اور بادلوں سے مصنوعی بارش کے تجربے تو آپ نے بھی سنے ہوں گے۔

(ص) ''دجال کا اپنا بہشت ہوگا۔ اور اپنا دوزخ۔ مگر اس کا بہشت دراصل دوزخ ہوگا۔ اور اس کا دوزخ بہشت''۔ یہ بیکنی کلچر سکیم ہی اس زمین پر ایک مادی بہشت بنانے کی ہے۔ مگر یہ بہشت دراصل دوزخ ہے۔ جو لوگ بیکنی کلچر کی پیروی نہیں کرتے۔ وہ افلاس اور ذلت کے دوزخ میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ مگر ایسا دوزخ درحقیقت بہشت ہے۔ قابل غور بات یہ ہے۔ کہ یہ بیکنی بہشت اپنے گناہ کی مناسبت سے اب خدائی عذاب یعنی ایٹمی جہنم کی زد میں ہے۔ ایک فطرتی عمل کے نتیجے میں۔

(ط) ''دجال پہلے نبوت کا دعوی کرے گا پھر خدائی کا''۔ اس بیکنی کلچر میں نبوت اور خدائی دونوں دعوے موجود ہیں۔ نبوت کی طرح یہ علم اور دلیل کے ذریعے اپنے نظریئے کی وضاحت کرتا ہے۔ پھر وسائل اور استعمال، وسائل پر قبضہ کر کے اور اس طرح دنیا کو اپنا محتاج بنا کر خدائی کا مقام حاصل کرتا ہے۔ آج وہ بھروسہ جو دنیا کو خدا پر ہے۔ اور وہ جو اس سائنس اور اس کلچر پر ہے۔ مقابلے میں دیکھو۔ اس کلچر کی خدائی کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

(ع) ''دجال مسجد میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اور مسجد میں پناہ لینے والا شخص اس کے فریب سے پناہ میں رہے گا''۔ آج دیکھئے محراب و منبر کی حدود تک فرمانروائی رب کی ہے۔ باہر جملہ دنیوی امور میں فرمانروائی اس بیکنی کلچر کی ہے۔ البتہ مسجد کے اندر بھی مادی ضروریات کا کام اسی کے سپرد ہے۔

(ف) ''دجال کے ماتھے پر ک ف ر یعنی کفر لکھا ہوگا۔ مومن ان پڑھ بھی پڑھ لے گا۔ غیر مومن پڑھا ہوا بھی اسے نہ پڑھ سکے گا''۔ علم کی روشنی اس بیکنی کلچر کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے یقینی نہیں ہے۔ ایمان کی روشنی البتہ فوری طور پر اس کی حقیقت کو پالیتی ہے۔ کتابوں کے ڈھیر میں دبا ہوا ایک پی ایچ ڈی، ڈی ایس سی، ایف آر ایس، اس بیکنی کلچر میں رطب اللسان ہو سکتا ہے۔ گلی کی نکڑ پر عینک لگائے سر کو جھکائے گندے چمڑے کو اپنی آر کا تختہ ستم بنانے والا چمار اس بیکنی کلچر کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔

(ق) ''دجال ملمع ساز ہے۔ جس طرح دودھ میں پانی ملایا جاتا ہے''۔ یہ بیکنی کلچر اول درجے کا ملمع ساز ہے۔ سود میں پانی ملا کر زم کر دیا۔ اور حلال کر لیا۔ فحاشی کو تہذیب کا نام دے کر جائز کر لیا۔ قمار بازی کو لاٹری اور ریس کا نام دے کر رائج کر دیا۔ ہر عیب میں چکا چوند پیدا کر کے رائج کر دی۔

(ک) ''دجال کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مارے گا۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی دجال کو نہیں مار سکتا''۔اس بیکنی کلچر کو سوائے آخرت کے مقابلے میں اس دنیا سے نفور کی روح کے سوا کوئی دوسری طاقت تباہ نہیں کر سکتی۔اور آخرت کے مقابلے میں نفور کا نظریہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنیادی طور پر اس شدومد سے دنیا کے سامنے پیش کیا۔کہ یہ نظریہ ان کے نام کے ساتھ ایک علامت کے طور پر منسلک ہو گیا ہے۔ویسے قران حکیم میں بھی یہی روح کارفرما ہے۔اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان ''الفقر فخری'' میں عیاں ہے۔ایک حیرت ناک انگیز بات یہ ہے۔کہ ہر وہ کام جو حضرت مسیح علیہ السلام نے کیا۔اس بیکنی کلچر نے بھی کیا۔مگر اس طرح کہ ہر کام الٹ ہے۔یہ بات مسیح الدجال کی اصطلاح میں ظاہر ہے۔صرف دجال نہیں کہا گیا۔بلکہ مسیح الدجال کہا گیا ہے۔یعنی مسیح کے روپ میں نمودار ہو گا مگر ہو گا فریبی، ملمع ساز۔انجیل میں لفظ اینٹی کرائسٹ Antichrist لکھا ہے۔جس کے معنی ہیں مسیح کا مخالف۔اور عیسائی لوگ یہ اصطلاح ہر اس شخص کے لئے استعمال کرتے ہیں۔جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ رکھتا ہو۔اب دیکھیے مماثلت:۔

(۱) مسیح نے چار ہزار کے ایک مجمع کی ضیافت کی۔اور صرف سات روٹیوں اور چند مچھلیوں سے پورے مجمع کو سیر کر دیا۔اور ٹکڑے بچ بھی رہے۔اس بیکنی کلچر نے اپنی بنیاد ہی روٹیاں مہیا کرنے پر رکھی ہے۔

(۲) مسیح نے بیماروں کو شفا، اندھوں کو بینائی، لولوں لنگڑوں کو تندرستی عطا کی۔بیکنی کلچر نے ہسپتال کھول دیئے۔

(۳) مسیح نے مردے زندہ کئے۔بیکنی کلچر نے بے حد توجہ اس معاملے پر منعطف کی ہوئی ہے۔تا حال کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوا۔افواہیں کبھی کبھی اڑا دیتا ہے۔کہ فلاں جگہ ایک مردے کو زندہ کر دیا گیا۔

(۴) مسیح نے معجزے دکھائے۔بیکنی کلچر نے سائنس کے معجزے دکھائے۔

(۵) مسیح پانی پر چلا۔بیکنی کلچر نے لوہا پانی پر تیرا کر دکھایا۔بیکنی کلچر نے لوہا پانی پر تیرا کر دکھایا۔لوہے کا بحری جہاز بنا کر۔

(۶) مسیح نے مٹی سے پرندوں جیسی شکل کی چیزیں بنا کر ان میں روح پھونکا۔اور وہ اڑ گئیں۔بیکنی کلچر نے ہوائی جہاز بنا کر اڑا دیئے۔

(۷) مسیح غیب کی خبریں دیتے تھے۔بیکنی کلچر کا ریڈیو دور کی خبریں دیتا ہے۔

(۸) مسیح نے شیطان سے مکالمہ کیا۔ٹیلی ویژن پر بیکنی کلچر کا مکالمہ دیکھو۔

اب یہ سب کچھ مماثل ہونے کے باوجود الٹ ہے۔کیونکہ مسیح علیہ السلام کا سبب روحانی تھا۔بیکنی کلچر کا مادی ہے۔مسیح علیہ السلام کی نگاہ آخرت پر اور روحانی دنیا میں تھی۔بیکنی کلچر کی نگاہ اسی دنیا پر اور مادی اقدار میں ہے۔

آنحضور ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا۔''مسیح آیا تم نے نہ پہچانا۔اب تمہارا مسیح مسیح الدجال ہو گا۔یہودی ہزار ہا برس تک مصائب سے تنگ آ کر رو رو کر اپنے نجات دہندہ مسیح کے انتظار میں روتے رہے۔لیکن اس بیکنی کلچر میں گویا ان کی تمام امنگیں پوری ہو گئیں۔دنیا میں ان کا کلچر رواں ہوا۔اور وہ اس دنیا میں حاکمیت کے مقام کو پہنچے۔اور ان کو نہ اپنا مسیح یاد رہا نہ نجات دہندہ۔نہ ہی مسلمانوں کو اب دجال یاد رہا ہے۔کئی برسوں سے نہ منبر سے نہ محفل میں ہی کوئی تذکرہ قیامت کا، عذاب قبر کا، دجال کا یا حضرت امام مہدی علیہ السلام کا سنائی دیتا ہے۔ان کی جگہ یہ تدریج زندگی، پیداوار، ترقی اور سائنس نے لے لی ہے۔

## پانچواں باب		بیکنی تباہی سے نجات

آج اس بیکنی کلچر نے اس کے منطقی انجام یعنی ایٹمی جہنم کے خطرہ کی وجہ سے انسانیت کے وجود تک کو معرض خطرہ میں ڈال دیا ہے۔اور ایک عظیم تباہی اور دردناک عذاب کا سامنا ہے۔اس عظیم اور دردناک عذاب کو ٹالنے کے لئے جس عالم گیر لائحہ عمل کی ضرورت ہے۔وہ بنیادی طور پر اس بیکنی کلچر،اس بیکنی ترقی اور اس بیکنی سائنس کے مکمل دمار و انقطاع کا متقاضی ہے۔لیکن حالات کو دیکھتے ہوئے کوئی بھی انسان اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔تحقیق یہ بات بادی النظر میں اتنی عجیب معلوم ہوتی ہے۔کہ ایسی بات کہنے والے کی اس بات کو کسی ذہنی عارضے کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔بعینہ اسی طرح جس طرح کہ سندھ کے تین آدمیوں نے پچھلے مہینوں میں بتدریج مہدی،میکائل،اور خدا ہونے کا دعوی کیا تو انہیں دماغی امتحان کے لئے ڈاکٹر کے حوالے کر دیا گیا۔لیکن یہاں صورت اور ہے۔اس دنیا کے چار ارب باشندے سوائے ایک کے سبھی اس ترقی پر ایمان کی حد تک یقین رکھتے ہیں۔اور ان میں سے دو چار کے سوا ایک بھی ایسا نہیں۔جسے اس ترقی کے منطقی انجام کی خبر ہو۔یا اس کی خبر ان پر کچھ اثر کر سکے۔لیکن اگر حقیقی تجزیہ اس انجام کی دردناکی کا پیش کیا جائے۔اور اس کے بعد بھی ان کا ایمان اس ترقی سے متزلزل نہ ہو۔اور اپنی ہانکے جائیں۔تو بلا شبہ اور درست طور پر یہ کہا جا سکتا ہے۔کہ اس دنیا کے ان چار ارب باشندوں کی دماغی حالت درست نہیں ہے۔نہ ہی ان کے نفسیاتی ماہرین کی یہ سب کے سب بیکنی مالیخولیے میں مبتلا ہیں۔سوائے ایک کے۔

لاریب اس بیکنی نظام کی جڑیں اس دنیا میں اتنی گہری ہیں۔اور یہ بیکنی نظام اس بری طرح سے انسانی زندگی کے ہر شعبے اور زندگی کے ہر وسیلے کے علاوہ انسانی قلب و ذہن پر مسلط ہے۔اور ایک زبردست قوت یعنی جاہ و مال کی انسانی خواہش سے اس طرح ہم آہنگ ہے۔کہ ایسے نظام کو کالعدم کر کے صعید اُجرزا کرنے کے لئے ایک ایسے عالم گیر زلزلے کی ضرورت ہے۔جو اس کو اس طرح ہلا کر رکھ دے۔کہ اس کی ساری عمارت کو زمین بوس کر دے۔لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔کہ یہ زلزلہ کس نوعیت کا ہو؟ ظاہر ہے کہ ان موجودہ حالات میں لڑائی بھڑائی اور جنگ و جدل کی تو کوئی صورت سامنے نہیں۔جو اس مقصد کے حصول میں مفید ثابت ہو سکے۔کیونکہ معاشرتی وسائل کے علاوہ جنگی وسائل بھی اسی بیکنی نظام کے ہاتھ میں ہیں۔لہذا دوسری صورت ہی سامنے آتی ہے۔یعنی یہ کہ انسانی ذہن کو بدلا جائے۔اور اس کا طریقہ یہ ہے۔کہ اس بیکنی نظام کے دردناک منطقی اور قطعی انجام کی وضاحت کی جائے۔اور خود اس نظام کی اصلی حقیقت کو واشگاف کیا جائے۔

واضح ہے کہ یہ انقلاب فکری نوعیت کا ہوگا۔مرحوم برٹرینڈ رسل معروف زمانہ انگریز فلسفی جسے بجا طور پر اپنے وقت کا عظیم ترین ذہن گردانا گیا ہے۔نے بھی انسانیت کو ایٹمی جنگ سے بچانے کے لئے ایک عالم گیر تحریک چلائی تھی۔مگر وہ تحریک نہ تو رسل کی زندگی میں ہی کوئی معتدبہ کامیابی حاصل کر سکی۔نہ ہی موصوف کی وفات کے بعد ہی اپنا وجود برقرار رکھ سکی۔بے چاری ان موجودہ حالات کی سختی کی وجہ سے دم توڑ گئی۔رسل اس امر میں انسانیت کے دلی شکریئے کے مستحق ہیں۔اگرچہ اس کی تحریک ناکام رہی۔لیکن اس کی قابلیت اور خلوص نیت میں شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

## چھٹا باب		برٹرینڈ رسل کی ناکامی

رسل کی تحریک کی ناکامی کی وجوہات ہیں۔مسئلے کا انتہائی مشکل اور سنگین ہونا۔ایٹمی جنگ تک اپنی تحریک کو محدود رکھنا اور ایٹمی توانائی کے

بارے میں نرم رویہ اختیار کرنا اور مسئلے کے تجزیئے کو آخری بنیادی کڑی تک پہچانا۔لیکن ہمیں رسل کے ساتھ انصاف کرنا ہوگا۔اور اس کی مشکلات کو سمجھنا ہوگا۔اور اس کی مجبوریوں کا لحاظ رکھنا ہوگا۔اور اس کے بعد ہم اس کی عظمت کا اعتراف کیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔اب میرا معاملہ دیکھیئے،اگر چہ رسل کی وفات کے بعد یعنی گزشتہ چند برسوں میں دنیا کو ایٹمی توانائی کے خدشات کے بارے میں کچھ مزید سدھ بدھ ہو گئی ہے۔اور دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے عوام الناس اس معاملے میں مضطرب ہی نہیں۔بلکہ اپنے اضطراب کا برملا اظہار بھی کرنے لگے ہیں۔تاہم اس بات کو سمندر کی سطح پر اٹھنے والی لہروں سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاسکتی۔سمندر اندر سے ابھی تک پرسکون ہے۔اور دنیا ترقی کے میدان میں اسی طرح دیوانہ وار بڑھنے کی کوشش میں مصروف ہے۔اور معاملہ اتنا ہی سنگین ہے۔بلکہ تیل کی پیداوار کی کمی کے ساتھ اور تیل کی قیمتوں میں اضافے کے سبب ایٹمی توانائی کی اہمیت بڑھ جانے سے معاملہ بتدریج سنگین تر نوعیت اختیار کرتا جارہا ہے۔لیکن میرا تجزیہ مکمل ہے۔اور میرے کام کی بنیاد سائنس کے علاوہ قران حکیم پر ہے۔اور قران حکیم نے اس معاملے میں وہ بے نظیر معجزہ کر دکھایا ہے۔ جو بغیر کسی شک وشبہ کے اس دنیا کے عالم افکار میں زلزلہ برپا کرسکتا ہے۔اب یہ معاملہ نہ رسل کا ہے نہ میرا ہے۔یہ معاملہ اب قران حکیم کا ہے۔اور خدا کا ہے۔اور اس بیکنی کلچر اور اس کے منطقی دردناک اور تباہ کن انجام کا معاملہ اتنا سنگین اور درحقیقت اتنا واضح ہے۔کہ کوئی وجہ نہیں کہ عالم افکار میں زلزلہ برپا نہ ہو۔اور اس بیکنی کلچر کا انہدام واقعہ نہ ہوجائے۔اور اگر اس طرح بھی افکار عالم میں زلزلہ برپا نہیں ہوسکتا۔ تو پھر اس دنیا کا انجام المناک ایٹمی تباہی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔اتنا المناک کہ اناللہ کا جملہ بھی اس کے تصور سے گلے میں اٹک جاتا ہے۔اتنی ذلت آمیز تباہی اور اتنا جگر گداز انجام. اناللہ و انا الیہ راجعون.

ساتواں باب حضرت علامہ محمد اقبالؒ اور حضرت امام مہدی علیہ السلام

سنیئے حضرت علامہ محمد اقبالؒ کیا فرماتے ہیں:

سب اپنے بنائے ہوئے زندان میں ہیں محبوس
خاور کے ثوابت ہوں کہ افرنگ کے سیار
پیرانِ کلیسا ہوں کہ شیخانِ حرم ہوں
نے جدتِ گفتار ہے نے جدتِ کردار
ہیں اہل سیاست کے وہی کہنہ خم و پیچ
شاعر اسی افلاس تخیل میں گرفتار
دنیا کو ہے اس مہدیء برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلہء عالم افکار

(ضرب کلیم)

خاور کے ثوابت،افرنگ کے سیار،پیران کلیسا،اور شیخان حرم سیاست اور شعروادب کے علم دار،اور روئے زمین کے عوام الناس ترقی کی

بات کر رہے ہیں۔ ترقی کی راہوں پر گامزن ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ بیکنی فلسفے کے حصار میں محبوس ہے۔ اور جس طرح زمین کے گرد ایک سیارہ چکر میں لگ جاتا ہے۔ یہ انسانیت اس بیکنی کلچر کے گرد چکر میں لگی ہوئی ہے۔ نہ تو اس چکر سے نکلنے کی کوشش ہی ہو رہی ہے۔ نہ ہی کوئی دوسری دنیا ہی ان کی نظر میں ہے۔ سب سے بڑی لاعلمی جو اس دور کے بندوں کو لاحق ہے۔ وہ سائنس کے معاملے میں ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ سائنس ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایٹمی سائنس اب اندھی ہو کر رک گئی ہے۔ اور اس پر ایک جمود کی کیفیت طاری ہے۔ نہ تو تابکاری کا کنٹرول ہو سکتا ہے۔ نہ ایٹم بم سے بچاؤ کی کوئی تدبیر ممکن ہے۔ لہٰذا دوسرے محکموں کے ساتھ جمود کی کیفیت میں سائنسی برادری کو بھی شامل کر لیا جائے۔ اس مجموعی جمود کو جو اس بیکنی ترقی کی محبوس دنیا پر طاری ہے۔ توڑنے کے لئے جس زلزلے کی ضرورت ہے۔ وہ قرآن حکیم نے ایٹمی جہنم کے متعلق اپنی پیشین گوئی (سورہ الھمزہ) میں برپا کر دیا ہے۔

اس بیکنی ترقی کی بنیاد حب دنیا، طلب زر، اور موت اور آخرت کے خیال سے گریز پر مبنی ہے۔ اس کا علاج حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے مندرجہ ذیل نظم میں بیان کر دیا ہے۔

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخِ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کر دے
فتنۂ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطین کا پرستار کرے

(ضرب کلیم)

سلاطین کو خراطین سے بدل دیا جائے۔ تو تصویر اس بیکنی ترقی کے معاملے کی تصویر میں بدل جاتی ہے۔ خراطین کے معنی ہیں۔ مٹی کے کینچوے پس معلوم ہوا کہ ترقی کی اس مادہ پرستانہ روش سے بیزاری اور فقر کی بنیادوں پر اس دنیا میں پائے جانے والے جمود کو توڑا جائے گا۔ اور یہی بات ہے۔ جس کی بنا پر قرآن حکیم نے ایٹمی جہنم کے متعلق اپنی پیشین گوئی میں زلزلہ اٹھایا ہے۔ اس دنیا کے ان موجودہ حالات کی روشنی میں بیکنی ترقی کے انہدام کے اس پروگرام میں جو وقت محسوس ہو سکتی ہے۔ اس کی روشنی میں پالیسی اختیار کرنے کا ایک نکتہ جو حضرت علامہ اقبالؒ کے کلام میں ملتا ہے۔ وہ یہ ہے:۔

غلامی میں نہ کام آتی ہیں تدبیریں نہ شمشیریں

جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتحِ عالم

جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

ان موجودہ حالات میں جو ہو سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس بیکنی کلچر اس بیکنی ترقی اور اس کے منطقی انجام یعنی ایٹمی جہنم کی حقیقت کو جو قرآن حکیم نے ایٹمی جہنم کی پیشین گوئی میں بیان کی ہے۔ بین الاقوامی آگاہی کے لئے روئے زمین کی قوموں میں عام کیا جائے۔ تا کہ یہ انسانیت اس کی روشنی میں اس ایٹمی عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لئے کوئی متفقہ لائحہ عمل تیار کر سکے۔ لاریب یہ پیشین گوئی اس بیکنی ترقی کے جمود کے حصار میں ایک زلزلے کی حیثیت رکھتی ہے۔ البتہ یہ خیال پیش نظر رہے۔ کہ مہلت کم ہے۔ کسی بھی وقت ایٹمی دھماکہ سب کئے کرائے پر پانی پھیر سکتا ہے۔ اس بیکنی فتنہ کے متعلق ایک عجیب اشارہ حضرت علامہ محمد اقبالؒ کے کلام میں ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ حضرتؒ نے فرمایا:۔

کھول کر آنکھیں مرے آئینہء گفتار میں

آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردوں کے پاس

سامنے تقدیر کے رسوائیء تدبیر دیکھ

(بانگ درا)

یہ آزمودہ فتنہ کیا ہے؟ اس کی اصلی حقیقت اس کی ساری تاریخ اور اس کا منطقی انجام میری آنکھ کے سامنے اسی طرح موجود ہے۔ جس طرح حضرت علامہ اقبالؒ کا متفکر چہرہ، یہ آزمودہ فتنہ ہے شیطان کا۔ جب اس نے آدم کو ورغلایا۔ دوسری بار انسانی تاریخ میں اسے شیطان ثانی یعنی فرانسس بیکن (1561-1626) نے دہرایا۔ شیطان نے آدم کو فرشتہ بننے اور ایک لازوال حکومت حاصل کرنے اور اسرار باطنیہ کے سمجھ لینے کے چکر میں ڈال کر اسے گندم کا دانہ کھانے پر آمادہ کر کے جنت سے نکلوا دیا۔ بیکن نے کائنات پر تسلط، مادی بہشت، اور سائنس کے ذریعے اسرار کونیہ کے انکشاف کا چکر دے کر انسان کو ایٹمی جہنم میں ڈلوا دیا۔ آدم کے لئے کم از کم دوبارہ بہشت حاصل کر لینے کا امکان تو موجود تھا۔ بیکن کے مارے ہوئے ابن آدم کے لئے یہاں ایٹمی جہنم ہے۔ اور اگلی دنیا میں حطمہ ہے۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے جو تقدیر کے سامنے تدبیر کی رسوائی کا ذکر کیا۔ اس کو بھی اسی روشنی میں دیکھ لیا جائے۔ تقدیر کے سامنے آدم کی عقل جواب دے گئی۔ اور بیکنی ترقی کی تدبیر ایٹمی جہنم پر منتج ہوئی۔

آٹھواں باب ابراہیمی مشن

پردہ آنکھوں سے ہٹا۔ اور دیکھ! دیموقراطیس (قدیم اٹامزم کے بانی) کی روح اس انسانیت کے لئے ایٹمی چتا بھڑکانے میں مصروف ہے۔ مگر یہ کس کی روح ہے۔ جو اس آگ کو بجھانے کے لئے جدوجہد کر رہی ہے۔ جان لے! یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روح ہے۔ وہی

حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کو نمرود نے جلتی چتا میں ڈالا تھا۔ مگر جو بال بیکا ہوئے بغیر اس آگ سے صحیح سلامت نکل آئے تھے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام کی روائتی انسانی ہمدردی کا مظاہرہ ہے۔ اور اللہ تعالی کی طبع رحیمی اور کریمی کا کرشمہ ہے۔ ورنہ یہ بیکنی انسانیت اپنے طبعی انجام کو پہنچ رہی ہے۔ دیمقراطیس ابراہیم کا مقابلہ آج کا نہیں۔ اس وقت سے شروع ہے۔ جب سے اس نئے بیکنی دور کی ابتدا ہوئی ہے۔ دیکھئے۔ جدید اٹامزم کے بانی فرانسس بیکن (1561-1626) کے غائبانہ مقابلے میں حضرت مجددالف ثانی (1564-1624) اور سپی نوزا، مادی وحدت الوجود کے بانی (77-1632) کے غائبانہ مقابلے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (63-1703) یہ محض تاریخوں کا اتفاق نہیں۔ بلکہ تحقیق اس امر میں انکشاف کرتی ہے۔ کہ موضوعی مطابقت بھی اس مقابلے میں واضح نظر آتی ہے۔ اس مضمون کو ابھی تک اس زاویئے سے نہیں دیکھا گیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ دروازہ جو اس مضمون کی تحقیق سے کھلتا ہے۔ اس دور کا انتہائی ضروری دروازہ ہے۔ ایک طرح سے یہ ایٹمی جہنم سے باہر نکلنے کا دروازہ ہے۔ پھر ۱۹۰۵ء کی اہمیت کو پیش نظر رکھیئے۔ یہی وہ سال ہے جس میں حکیم آئن سٹائن نے اپنا معروف زمانہ اضافیت کا خصوصی نظریہ پیش کر کے ایٹمی توانائی کو اس بھنور سے نکال باہر کیا تھا۔ جس میں اس وقت کے سائنس دان ناامیدی کی حد تک الجھ چکے تھے۔ اور پھر دیکھئے۔ حضرت علامہ اقبالؒ ۱۹۰۵ء میں ہی یورپ جاتے ہیں۔ اگر آپ یورپ نہ جاتے تو آپ ہند کے ایک عظیم قومی شاعر کی حیثیت میں وفات پاتے۔ اور احتمال یہ بھی ہے کہ شاعری کو ایک کسب فضول گردان کر اسے خیر باد کہہ دیتے۔ مگر یورپ نے ان کی کایا پلٹ دی۔ وہاں ان کی آنکھ اس دور کی حقیقت پر واہوئی۔ اور وہاں ان کی آنکھ ابراہیمی مشن پر کھلی۔ اور نہیں محسوس ہوا۔ "یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے"۔ اور پھر یہ منظر دیکھا۔ "آگ ہے اولاد ابراہیم ہے نمرود ہے"۔ کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے"۔ اور پھر اپنا رول اس ابراہیمی مشن میں بیان کیا۔ "مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ"۔ یہ نظم پوری پڑھئے۔ ابراہیمی مشن کا دستور اور منشور ہے۔ الحق کہ جس نے حضرت علامہ محمد اقبالؒ کو سمجھنا ہو وہ حضرت علامہ محمد اقبالؒ کو ابراہیمی مشن کی عینک سے دیکھے۔ 1942ء میں عظیم اطالوی سائنس دان فرمی نے شگاگو میں پہلی بار یورانیم فژن چین ری ایکشن Uranium Fission Chain Reaction کا کامیاب تجربہ کر کے ایٹمی آگ کا در اس دنیا پر وا کر دیا۔ 1945ء میں ہیروشیما اور ناگاساکی اس آگ کی لپیٹ میں آ کر نیست و نابود ہو گئے۔ 1942ء میں ہی میری عمر کے پچیسویں سال میں مُقیب زد بغداد کے مقام پر خواب میں حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس بندہ عاجز کے حق میں ابراہیمی مشن کے لئے سفارش کی۔ اسی خواب میں مجھے سورالنجم کی پہلی اٹھارہ آیات کی تفسیر منظر بہ منظر بشمول سدرالمنتہی دکھائی گئی۔ اس وقت میں قران حکیم صرف ناظرہ پڑھ سکتا تھا۔ مطالب ومعانی کی آگہی نہ تھی۔ 1942ء سے 1982ء تک میرے لئے قدیم وجدید علمی تحصیل وتحقیق وتدقیق وتصنیف کا ایک پُر آشوب دور رہا۔ جس کے نتیجے میں اب پانچ ہزار صفحات کی انگریزی اردو، فارسی تصانیف مسودوں کی صورت میں میرے پاس ہیں۔ ان میں سے تین ہزار صفحے ایٹمی جہنم کے متعلق قران حکیم کی 36 لفظی پیشین گوئی کی تفسیر بزبان انگریزی پر مشتمل بارہ جلدوں میں ہیں۔ جن کے متعلق میرا گمان ہے کہ اس دور کے تمام نامور فلسفی اور سائنس دان مل کر بھی مشکل سے پیدا کر سکیں۔ اور میں نے کسی استاد سے نہیں پڑھا۔ البتہ مجھے ایٹمی جہنم میں ڈال دیا گیا۔ اور وہیں میں نے اس مضمون کا مشاہدہ اور تجزیہ کیا۔ اس تمام عرصے کے دوران جن دردناک حالات سے میں دوچار رہا ہوں۔ اُس کی تفصیل

کے لیے کسی جان بنیان کا دل گردہ نہیں۔اور جس طریقے سے میں نے علم حاصل کیا۔اور جس مقدار میں حاصل کیا۔اس کا نفسیاتی تجزیہ کسی فرائیڈ یا ولیم جیمز کے دائرہ کار سے باہر ہے۔مگر یاد رکھئے۔میر اسارا کام نہ میرے روحانی دعوے پر منحصر ہے۔نہ ہی قرآن حکیم کے الہامی دعوے پر سائنس اور منطق معیار ہے۔کیونکہ سائنس ہی اس دور کا معیار ہے۔

نواں باب برٹرینڈ رسل سے خط و کتابت

1964ء میں برٹرینڈ رسل نے میرے خط کے جواب میں اپنا فیصلہ یہ دیا کہ "جب سے آدم اور حوا نے گندم کا دانہ کھایا ہے۔اس وقت سے آدمی نے ہر اس حماقت سے گریز نہیں کیا جس کے ارتکاب کا کہ وہ اہل تھا۔اور انجام ایٹمی تباہی ہے"۔رسل کا تجزیہ بالکل درست تھا۔لیکن ایٹمی جہنم کے متعلق قرآن حکیم کی وہ پیشین گوئی جس کے متعلق مجھے انکشاف ہو چکا تھا۔میرے لئے شعاعِ امید ہو کر ابھری۔کیونکہ اس پیشین گوئی میں ایٹمی جہنم کی پیدائش کی وجوہات بیان کی گئی تھیں۔اور ان وجوہات کو ختم کر کے ایٹمی تباہی کے خطرے سے انسانیت کے بچ جانے کا امکان موجود تھا۔یہ پیشین گوئی سائنس کی دنیا میں اور فلسفے کی دنیا میں ایک ایسا معجزہ ہے۔جس سے انکار کی نہ تو سائنس دان کو گنجائش ہے نہ فلسفی کو۔اور اس ہدایت کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ اس ایٹمی تباہی سے بچنے کا نہیں۔سائنس دان اور سیاست دان دونوں اس امر میں مجبور ہیں۔یہ پیشین گوئی اس ایٹمی آگ کے طوفان میں کشتیءِ نوح کی حیثیت کی حامل ہے۔نیز اس کی روشنی اپنائے اور اس کی ہدایات پر عمل کئے بغیر نہ کوئی تحریک موثر طور پر اس ایٹمی خطرے کے خلاف اس دنیا میں چلائی جا سکتی ہے۔نہ ہی کسی دین کا احیاء یا کسی دینی نظام کا نفاذ ہی موثر طریقے سے ہو سکتا ہے۔اور اس دنیا کا ایٹمی جہنم اگلی دنیا کے حُطَمہ کا دنیوی نمونہ ہے۔اور یہ پیشینگوئی قرآن حکیم کی الہامی حیثیت کا نا قابلِ تردید ثبوت ہے۔اس پیشین گوئی کی تاثیر یہ ہے کہ ستمبر 1963ء میں معروف جرمن یہودی سکالر مس این میری شمل نے پنجاب یونیورسٹی میں قرآن حکیم کی الہامی حیثیت کے انکار پر مبنی اپنی تقریر کے دوران میں میرے منہ سے قرآن حکیم کی الہامی حیثیت کے ثبوت میں اسی پیشین گوئی کی تفسیر سنی تو چکرا کر کرسی پر گری اور چائے کا گھونٹ اس کے حلق سے نیچے نہ اتر سکا۔اور واپس گئی تو دس برس تک پاکستان کو نہ لوٹی۔اور جب آئی تو موضوع قرآن حکیم کی الہامی حیثیت نہ تھا بلکہ حضرت علامہ محمد اقبالؒ، حضرت امیر خسروؒ، حضرت سلطان باہوؒ اور مسلمانوں کی خطاطی تھا۔ورنہ اپنی علمی حیثیت کے سبب وہ احترام اور مقبولیت کی مستحق ہے۔متذکرہ بالا مناظرے کے بعد بے حد مسرور علماء کے اصرار پر علامہ علاؤالدین صدیقی اس وقت صدر شعبہء اسلامیات اور بعد میں وائس چانسلر نے الحمدللہ میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔حضراتؐ! یہ شخص قدرت نے محض اتفاق سے اس قوم میں پیدا کر دیا ہے۔وہ قرآنی بصیرت جو اللہ تعالیٰ نے اس کے سینے میں تفویض فرمائی ہے۔اگر یہ قوم اس سے حاصل نہ کر سکی۔تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو قیامت تک معاف نہیں فرمائے گا۔پھر ایسا آدمی پیدا نہ ہوگا۔البتہ اب بے چاری مس شمل اس میدان میں میلوں دور رہ گئی ہیں۔اب آئن سٹائن اور رسل جیسے ماہرین فن درکار ہیں۔یہ پیشینگوئی روئے زمین کے سائنس دانوں اور فلسفیوں کی توجہ کی مستحق ہے۔یہی پیشین گوئی مغربی الحاد کا خیبر توڑے گی تو علماء کرام کو تبلیغ اسلام کے لئے داخلہ ملے گا۔

دسواں باب میری مشکلات

میری مشکلات کا اندازہ میرے موضوع کی بین الاقوامی وسعتوں اوراس کی ناگوار تلخیوں سے کرلو۔ایک شخص تن تنہا اس دنیا کے چار ارب انسانوں کی دنیوی آرزوؤں کے ریلے کے سامنے کھڑا ہو کر ان کو ایٹمی جہنم کی راہ پر چلنے سے روکنے کی کوشش میں ہے۔اسی سے موضوع کی تلخی کا اندازہ کرلو۔مگر اس میں میرا ذرہ بھر قصور نہیں ہے۔میں نے وہی کچھ کہا جو قران حکیم نے کہا۔پھر قران حکیم کا نام بذاتِ خود میری مشکل کا باعث ہو رہا ہے۔اس کے ماننے والے اپنی مشکلات اور مجبوریوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔اور جو قران حکیم کو نہیں مانتے۔ہوسکتا ہے کہ باوجود اس امر کے کہ میں اپنے ہاتھ میں انسانیت کی تقدیر کی کنجی لہرا رہا ہوں۔اور میرے اردگرد انکشافات وحقائق کے نوادرات ہیرے جواہرات کے ڈھیروں کی صورت میں بکھرے پڑے ہیں۔وہ لوگ محض قران حکیم کے نام کی وجہ سے میرے کام کے معاملے میں بے اعتنائی کا مظاہرہ کریں۔ایک خاص مشکل میری یہ ہے کہ مضمون اتنا بلند باریک اور پیچیدہ ہے کہ انسانیت کی بہت بڑی اکثریت جس میں ایک بڑا حصہ فضلاء کا بھی شامل ہے۔اس سے بلد نہیں۔اور فقط تبصرہ حاصل کرنے کے لئے مجھے سات سمندر پار جانا ہوگا۔کہاں ہے وہ فاضل جسے ایٹمی سائنس اور فلسفے اور قران حکیم پر یکساں اور مطلوبہ معیار کی حد تک عبور ہو۔افسوس کہ میرا معاملہ ایک فریب خوردہ اور سحر زدہ انسانیت سے ہے۔ ورنہ آج اگر حضرت عیسی علیہ السلام حضرت موسی علیہ السلام یا کرشن مہاراج یا مہاتما بدھ ہوتے تو وہ قران حکیم کی اس واضح اور نادر الوجود ہدائت کو سینے سے لگاتے۔اور اس کی تشہیر و نفاذ کے لئے ہمہ تن کوشاں ہوتے۔

گیارہواں باب مسلمانوں سے التماس اور ان کی ذمہ داریاں

مسلمانوں سے یہ عرض کرنا ہے کہ ایٹمی جہنم کے متعلق اس قرانی پیشین گوئی سے جو ایک انداز میں اللہ تعالی کا اس انسانیت سے اتمامِ حجت ہے۔اور جو اس انسانیت کو اس دردناک ایٹمی عذاب سے بچانے کا واحد ذریعہ ہے۔اس کی اشاعت میں پس وپیش کر کے خدا کی اس مخلوق کو محروم کرنا ایسا ہے جیسا کہ ایک غضبناک آتش فشاں پہاڑ کا منہ بند کر دینا۔یہ پیشین گوئی لازماً آتش فشاں پہاڑ کی مانند پھٹے گی۔اور اس کے بعد کے عواقب دوسری قوموں کے ساتھ ایٹمی جہنم کی نذر ہو جانا اور قیامت کے روز اللہ تعالی کے حضور میں بازپرس اور شرمندگی۔بود کہ یارنہ پرسد گناہ زخلق کریم کہ از سوال ملومیم واز جواب خجل۔اور یہی نہیں بلکہ اگلی دنیا کے ابدی ایٹمی جہنم حُطَمَہ میں ڈال دیئے جانے کا دردناک انجام۔کیونکہ اس دنیوی ایٹمی جہنم کی پیدائش اور اگلے جہاں کے حُطَمَہ کی سزا کی وجوہات بالکل ایک ہی ہیں۔اس لئے جو اس دنیا میں استحقاق کی بنا پر اس دنیوی ایٹمی جہنم میں فنا ہوا۔اسکے لئے اگلی دنیا کا ابدی حُطَمَہ منتظر ہے۔بلکہ اگر باوجود استحقاق کے اس دنیوی ایٹمی جہنم سے بچ نکلا تو بھی اگلی دنیا کے حُطَمَہ سے بچنا محال۔یہ دنیوی ایٹمی جہنم اگلی دنیا کے ایٹمی جہنم یعنی حُطَمَہ کا نمونہ ہے۔اسی طرح جس طرح کہ عام آگ عام جہنم کا نمونہ اس دنیا میں ہے۔مومن اور کافر کا فرق یہ ہے کہ جہاں کافر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حُطَمَہ میں رہے گا۔مومن اسوقت تک رہے گا جبتک اللہ تعالی چاہے گا۔یہی مفسرین کرام کی رائے ہے۔یہ ترقی مسلمان کریں یا کوئی دوسرا کرے لازماً ایٹمی جہنم کی جانب پیشقدمی کے مترادف ہے۔اس وقت موجودہ بین الاقوامی حالات کو دیکھتے ہوئے یہی کہا جاسکتا ہے۔کہ قرانی پیشین گوئی کو دنیا میں مشتہر کر کے اس بیکنی کلچر کی حقیقت اور اس کے منطقی انجام یعنی ایٹمی جہنم کو واشگاف کیا جائے۔تاکہ انسانیت آگاہی پا کر متفقہ اور مشترکہ طور پر اس دردناک انجام سے بچنے کے لئے کوئی لائحہ عمل تیار کر سکے۔کوئی ایک ملک تنہا اس امر میں کچھ نہیں کر سکتا۔مسلمان اگر اس قرانی پیشین

گوئی کی تفسیر کو چھاپ کرا و را سے دنیا میں مشتہر کر کے اور اس مقصد کو حاصل کر کے اپنا فریضہ ادا کر دیں تو یہ امر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، قرآن حکیم کی سر بلندی اور انسانیت کے دلی شکریئے کا باعث ہو گا۔ پندرھویں صدی ھجری کی تقریبات میں قرآنی پیشین گوئی کی یہ تفسیر امت مسلمہ کی جانب سے انسانیت کے لئے ایک ایسا تحفہ ہے۔ جس سے بہتر متصور نہیں ہو سکتا۔ و آخر دعوانا ان الحمد للله رب العلمین ۔ نہ ہی غیر مسلم اقوام اس پیشین گوئی کی اشاعت سے بری الذمہ قرار دی جا سکتی ہیں۔ کیونکہ یہ ساری انسانیت کو ایک دردناک انجام سے نجات دلاتی ہے۔ ایک ایسا انجام جو ساری انسانیت کے باہمی تعاون کے بغیر ٹالا نہیں جا سکتا۔ آخری بات یہ کہوں گا کہ ایٹم بم ایٹمی جہنم کی پیدائش اور حطمہ آخروی ایٹمی جہنم میں سزا کی وجوہات ایک ہی ہیں۔ اس دنیوی ایٹمی جہنم کا مستحق اگر بالفرض اس سے بچ کر بھی نکل گیا تو بھی اگلی دنیا کے ابدی ایٹمی جہنم سے نہ بچ سکے گا۔ تو کیا پھر اس بات پر غور نہیں کرو گے؟ اور کیا تم نے سورہ الھمزہ میں پڑھ نہیں لیا کہ دولت جمع کرنے والے اور دولت کے عمل کو ابدی سمجھنے والے عیب جُو کی سزا حطمہ ابدی ایٹمی جہنم ہے تو کیا میں نے تمھیں سمجھانے کا حق ادا نہیں کر دیا۔ اللہ تیرا شکر ہے۔

بارھواں باب حطمہ کی سائنسی تشریح ایک خفیہ حقیقت کا انکشاف

قرآن حکیم کا ایٹمی دور کا ایک لازوال معجزہ

یہ بات کہ قرآن حکیم آج سے چودہ سو برس پہلے ایٹمی جہنم کی پیشین گوئی کرے۔ اور سائنسی تشریحات کے علاوہ تنبیہی ہدایات دے۔ اس سے بچنے کی تدابیر واضح کرے۔ جملہ انسانیت کے لئے ایک عجوبے سے کم نہیں۔ تاہم اس مضمون کو ماحقہ سمجھنا اور اس کی حقیقت کو جانچنا ایٹمی سائنس دانوں ہی کا حصہ ہے۔ لاریب کہ یہ بات بہ نفس نفیس معجزوں کا معجزہ ہے۔ جو قرآن حکیم کی الہامی حیثیت پر ایک نا قابل تردید دلیل ہے۔ قرآن حکیم نے حطمہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ حطمہ اگلی دنیا میں ایک خاص نوعیت کی آگ کا ایک ابدی دوزخ ہے۔ اس دنیا کا ایٹمی جہنم، ایٹم بم اور ایٹمی توانائی اور ایٹمی توانائی کے بعض دوسرے مظاہر کے علاوہ اس سارے ماحول سے جو انا مزمستی مادہ پرستی کی پیداوار ہے۔ اور اگلی دنیا کے ابدی حطمہ کا ایک دنیاوی عارضی مظہر ہے۔ بعینہ اسی طرح جس طرح آگ دوزخ کا اور باغ جنت کا اس دنیا میں مظہر ہے۔ تابکاری کی آگ اول آفرینش سے ہی اس زمین پر موجود تھی۔ مگر اس کا عالمی ظہور بیسوی صدی میں ہوا ہے۔ غیر مستحق لوگ بھی مستحق لوگوں کے ہمراہی میں اس ایٹمی جہنم کی آگ کا شکار ہو سکتے ہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ کو بڑی توفیق ہے۔ کہ اگلی دنیا میں ایسے لوگوں کی تلافی ء مافات کر دے۔ قرآن حکیم کا دعویٰ ہے۔ کہ قرآن حکیم میں انسان کا ہر مسئلہ موجود ہے۔ تو پھر اس ایٹمی جہنم سے بڑھ کر انسان کا اور کون سا بڑا مسئلہ ہے۔ قرآن حکیم میں عاد و ثمود اور شعیب و لوط کی بستیوں کی تباہی کا ذکر بھی موجود ہے۔ حالانکہ ان بستیوں کی حیثیت ایٹمی جہنم کی اس عالمی تباہی کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھی۔ اور اس ایٹمی تباہی کے تذکرے کا قرآن حکیم میں نہ ہونا کچھ عجیب سا معاملہ ہوتا۔ قرآن حکیم کی اس عظیم پیشین گوئی کا انکشاف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس بندہ کا ہے۔ اور یہ بندہ اپنی ذمہ داری تصور کرتا ہے۔ کہ قرآن حکیم کے اس زبردست اہتمام حجت اور ایٹمی جہنم سے بچنے کی نصیحت کو اقوام عالم کے گوش گزار کرے۔ کیونکہ انسانیت کے مستقبل اور اس کی موت و حیات اور ہلاکت اور نجات کا راز اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی اس پیشین گوئی میں رکھ دیا ہے۔ ایٹمی جہنم سے نجات کا طریقہ یہی ہے۔ کہ وہ

وجوہات جوقرآن حکیم نے ایٹمی جہنم کی پیدائش کی بیان فرمائی ہیں۔ان کو زائل کیا جائے۔قرآن حکیم کو جدید سائنس کے حوالے سے لکھنا ایک مشکل کام ہی نہیں بلکہ پرازخطر ہے۔اس وادی میں وہی قدم رکھے۔جو علمی لحاظ سے سائنس اور قرآن حکیم دونوں پر قرار واقعی عبور رکھتا ہو۔اور یہ کام آسان نہیں۔اور اس کا قلب نور سے منور ہو۔اور یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔اور اللہ کی مدد بھی حاصل ہو۔مصنف کی ایک ذراسی لغزش سے آسماں کا پایہ گرسکتا ہے۔کیونکہ قرآن حکیم کی عزت اور ہتک کا معاملہ درپیش ہے۔قرآن حکیم کی سکی بعجہ اور محض اپنی نادانی سے کرنے والا بڑی ہی خطرناک صورت حال سے دوچار ہوتا ہے۔مسئلہ پل صراط کا ہے۔اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔آج سے چودہ صدیاں قبل قرآن حکیم کا پوری نیوکلر سائنس کا جدید سائنسی طریقے پر بیان کر دینا بذات خود قرآن حکیم کے الہامی ہونے کی ایک ناقابل تردید دلیل ہے۔یہی نہیں۔بلکہ قرآن حکیم نے اس پیشین گوئی میں چند لفظوں میں نیوکلر سائنس کے علاوہ پورے جدید اناموسٹک میٹیریل ازم کا بیان ایٹمی جہنم کی ریفرنس سے کردیا ہے۔پیشین گوئی کے یہ چند الفاظ اپنے اندر سائنس اور فلسفے کی ایک دنیا لئے ہوئے ہے۔پیشین گوئی کا متن حسب ذیل ہے۔بسم اللہ الرحمن الرحیم . ویل الکل الھمزہ لمزہ . ن الذی جمع مالا و عددہ . یحسب ان مالہ اخلدہ . کلا لیبذن فی الحطمہ . وما ادراک مالحطمہ . نار اللہ الموقدہ التی تطلع علی الافئدہ . انھا علیھم موصدہ . فی عمد ممددہ (القرآن ۱۰۴) ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔"خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے۔عیب چننے والے کی جس نے مال سمیٹا۔اور گن گن کر رکھا۔خیال کرتا ہے۔کہ اس کا مال سدا رہے گا اس کے ساتھ۔ہرگز نہیں وہ پھینکا جائے گا۔اس روندنے والی حطمہ میں۔اور تو کیا سمجھا۔کون ہے وہ روندنے والی۔ایک آگ ہے۔اللہ کی سلگائی ہوئی۔جو چڑھتی ہے دلوں تک۔وہ بند کی ہوئی ہے آگ ان پر۔لمبے لمبے ستونوں میں۔(الھمزہ ۱۰۴)۔قرآن حکیم نے حطمہ کی بنیادی خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔یہی ایٹمی توانائی کی بنیادی اور امتیازی خصوصیات ہیں۔جو اسے کیمیائی توانائی سے ممیز کرتی ہیں۔قرآن حکیم نے لفظ حطمہ کا استعمال کیا ہے۔حطمہ ایک جہنم ہے۔اگلی دنیا میں ایک مخصوص قسم کی آگ کا۔دوسری قسم کی آگوں کے درمیان اور اس آگ کی بنیادی اور امتیازی خاصیتیں جو قرآن حکیم نے بیان فرمائی ہیں۔اور جو حطمہ کی آگ کو دوسری قسم کی جہنمی آگوں سے ممیز کرتی ہیں۔وہی خاصیتیں ایٹمی توانائی کی بنیادی اور امتیازی خاصیتیں ہیں۔جو اسے دوسری قسم کی توانائیوں سے ممیز کرتی ہیں۔یہی ہمارا مضمون ہے۔اور ہم نے یہ بات سائنس کی روشنی میں پایہء اثبات تک پہنچائی ہے۔کہ حطمہ کی خاصیتیں اور ایٹمی توانائی کی خاصیتیں ایک ہی ہیں۔حطمہ کی آگ کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں (۱) یہ کہ یہ آگ ایک کرشر ہے۔یعنی ریزہ ریزہ کرنے والی ہے۔(۲) یہ کہ یہ دلوں تک اور دلوں پر چڑھتی ہے۔(۳) اور یہ کہ ایک گھیراؤ کرنے والی آگ ہے لمبے لمبے ستونوں میں۔اب یہ ثابت کرنا ہوگا۔کہ ایٹمی توانائی بھی ایک کرشر ہے۔دلوں تک چڑھتی ہے۔اور گھیراؤ کرنے والی ہے لمبے لمبے ستونوں میں۔حطمہ اور ایٹم۔قرآن حکیم نے لفظ حطمہ کا استعمال کیا ہے۔حطمہ کا ماخذ سہ حرفی فعل حطم ہے۔اور حطم کے معنی ہیں کسی چیز کو ریزہ ریزہ کرنا۔اسی طرح حطمہ کے معنی ہوتے ہیں۔ریزہ ریزہ کرڈالنے والا۔عربی لفظ حطم اور انگریزی لفظ ایٹم کی صوتی بلکہ معنوی مماثلت کسی گہرے رابطہ کی نشان دہی کرتی ہے۔ایٹم وہی یونانی لفظ اٹامس ہے۔جسے قدیم یونانی فلسفی اصطلاحا اس کے حقیقی معنوں میں استعمال کرتے تھے۔یعنی وہ انتہائی ذرہ جسے مزید توڑا نہ جاسکے۔لیکن موجودہ دور میں ایٹم ٹوٹ گیا۔اور اس کے

اصطلاحی معنے منسوخ ہو گئے۔تاہم سائنس دانوں نے اسی لفظ یعنی ایٹم کو ہی برقرار رکھا۔اگر دوسرے اسرار و رموز جو اس ضمن میں لاحق ہیں ان سے صرف نظر کیا جائے۔تو قران حکیم کی اصطلاح یعنی حطمہ جو توڑنے پھوڑنے کے معنی میں مستعمل ہوتی ہے۔سائنس دانوں کی اصطلاح یعنی ایٹم جو ان معنوں کی ضد ہے،کے مقابلے میں اصولاً مبنی برصحت ہے۔ضروری امر، بحر حال اس معاملے میں یہ ہے کہ حطمہ کے معنی ہیں۔کرشر۔جسے بعض اکابر اردو مترجمین نے روندنے والی کہا ہے۔اب ہم دیکھیں گے۔کہ ایٹمی توانائی اور اس کے جملہ مظاہر ایٹمی توانائی کی پیدائش سے لے کر اس کی تابکاری کے آخری عمل تک توڑ پھوڑ کرنے کا ایک واضح سلسلہ ہیں۔ایٹمی توانائی ایک ایسے عمل کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔جس میں ایٹموں کے نیوکلیائی (مرکزی دل) کو توڑا جاتا ہے۔ایٹمی توانائی دو طریقوں سے پیدا کی جاتی ہے۔ایک کہلاتا ہے فزن پراسس اور دوسرا کہلاتا ہے فیوژن پراسس۔اول الذکر میں ایک فرد ایٹم کا نیوکلس توڑا جاتا ہے۔جب کہ آخر الذکر کی صورت میں چند ایٹموں کے نیوکلائی (مرکزی دل) ایک دوسرے میں کچل دیئے جاتے ہیں۔اور اس طرح ایٹمی توانائی پیدا ہوتی ہے۔اور حقیقت یہ ہے۔کہ ایٹمی توانائی اس ارتباطی توانائی کے سوا کچھ نہیں۔جس نے ایٹم کے نیوکلس کے اجزاء مثلاً پروٹان، نیوٹران وغیرہ کو آپس میں باندھ رکھا ہے۔جب ایٹم کا نیوکلس ٹوٹتا ہے۔تو اس کے یہ معنی ہیں۔کہ نیوکلس کے اجزا کو باہم دیگر مربوط رکھنے والی توانائی ٹوٹتی ہے، جس طرح روئی کی ایک گٹھ کو باندھنے والی پتری کو کاٹا جاتا ہے۔تو یہ اچھلتی ہے۔ایٹمی توانائی پیدا کرنے کے عمل میں نہ تو دیا سلائی کی ضرورت ہے نہ ہی کوئی جلنے کا عمل ہے۔ظاہر ہوتا ہے۔جس طرح کہ کیمیاوی عمل میں ہوتا ہے۔صرف توڑ پھوڑ کا عمل ہی سب کچھ کرتا ہے۔اور یاد رکھنے والی بات یہ ہے۔کہ ایٹمی توانائی کی یہ خصوصیت ان خصوصیات میں سے ایک ہے۔جو ایٹمی توانائی کو کیمیائی توانائی سے ممیز کرتی ہے۔گویا کہ یہ ایٹمی توانائی کی ایک امتیازی خاصیت ہے۔جو قران حکیم نے بنیادی طور پر بیان فرمائی ہیں۔یعنی یہ کہ ایٹمی توانائی توڑ پھوڑ کے عمل سے پیدا ہوتی ہے۔یہ خاصیت کسی دوسری توانائی میں موجود نہیں۔از قبیل کیمیاوی توانائی۔دوسرا امتیاز یہ ہے۔کہ ایٹمی توانائی ایٹموں کی نیوکلس توڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔یعنی ایٹم کے نیوکلس (مرکزی دل) تک پہنچتی ہیں۔جب کہ کیمیاوی عمل کبھی آگ کے نیوکلس کو چھوتا تک نہیں۔کیمیاوی آگ کسی مادے کو بھسم تو کر سکتی ہے۔مگر اس مادے کے ایٹموں کے نیوکلائی کو سالم و کامل چھوڑ دیتی ہے۔مگر ایٹمی توانائی ایٹم کے نیوکلس کو تہس نہس کر دیتی ہے۔اسی طرح ایٹمی توانائی ایٹم کو جسے کائنات کی بنیادی اینٹ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔توڑ کر تہ و بالا کر دیتی ہے۔اور یہ توڑنا ایسا ہے۔کہ جسے دوبارہ جوڑا نہیں جا سکتا۔جب کہ کیمیاوی عمل میں ضائع ہونے والی شے کو تالیفی طریقے کے ذریعے دوبارہ پیدا کیا جانا ممکن ہے۔جب کہ ایٹمی توانائی سے توڑے جانے والے ایٹم کے معاملے میں تالیفی عمل تا حال ممکن نہیں۔نہ ہی اس کے ممکن ہونے کے آثار ہیں۔لہذا معلوم ہوا۔کہ کائنات کی تکوینی بنا کو کلیتہ روند ڈالنے کی اہلیت حطمہ ہی کو ہے۔لہذا قران حکیم کی جانب سے اس آگ کو حطمہ کا نام دینا مبنی بر حقیقت ہی نہیں۔بلکہ ایک زبردست خفیہ حقیقت کا انکشاف بھی ہے۔

تمت بالخیر

کچھ مصنف کے بارے میں تاثرات

جناب علامہ یوسف جبریل صاحب ،خدمت اسلام، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انسانی زندگی کو تباہ کاریوں سے بچانے کے لئے مفید قسم کے معلوماتی آرٹیکل لکھنے میں دنیا بھر میں شہرت رکھتے ہیں۔ آپ نے ایٹمی آگ کی قرانی تشریح، جبریل کا اسلامی بم، ایٹمی آگ کی قرانی تشریح، ایٹمی جہنم بجھانے کا قرانی فارمولا، بیکن دجال اور ایٹم بم، فقر غیور، جدید اور قدیم اناازم نعرہ جبریل، (Gabriel trumpets the doomsday) قران حکیم اور ایٹم بم کی پیشین گوئی جیسی تصانیف شائع کر کے دنیا والوں کے علم اور معلومات میں شاندار اضافہ کیا ہے۔ خاص کر قران حکیم سے لفظ حطمہ کی تخصیص اور تشریح سائنسی زبان میں کرنا اور قران حکیم میں سے ایٹمی پیشین گوئی کا بیان کرنا آپ کی باریک بینی، پیش بینی اور علمی کاوش کا ایک لاجواب نمونہ ہے۔ کاش آپ کی یہ تصانیف وہ سائنس دان اور ملکی سربراہ بھی پڑھ لیں جو ایٹم بم جیسی تباہ کن چیز تیار کر کے بنی نوع انسان کی فوری تباہی کے لئے سائنسی لیبارٹریوں میں تیار کر کے ہزاروں کی تعداد میں ذخیرہ کر رہے ہیں۔ تو ان کو خداوند تعالیٰ کی بھیجی ہوئی قرانی باریکیوں کی سمجھ آ سکے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی خصوصی نوعیت سمجھنے کے قابل ہو سکیں۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جناب علامہ یوسف جبریل صاحب کو اس بلند پایہ تخصیص اور دنیائے انسانیت کو ایٹمی تباہی سے بچانے کے لئے ایٹمی تصانیف کی اشاعت اور امن وامان قائم کرنے کے سلسلے میں خدمت خلق کرنے پر جزائے خیر دے۔ آمین ثُم آمین

غازی منجم

صدر پاکستان نجوم سوسائٹی پرنسپل غازی منجم

کالج بینک روڈ راولپنڈی